”مبارک پور“ تاریخ کے آئینے میں

اختر حسین فیضی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

شیراز ہند جون پور کا متمدن علمی، ادبی اور صنعتی قصبہ مبارک پور ۹۵۰ھ میں بادشاہ ہند ہمایوں نصیر الدین بن بابر (متوفی: ۹۶۳ھ) کے دور حکومت میں کڑامانک پور کے ایک چشتی بزرگ راجا سید شاہ مبارک بن راجا سید احمد بن راجا سید نور بن راجا سید حامد (متوفی: ۲؍ شوال ۹۶۵ھ) کے ہاتھوں ایک پرانی آبادی ”قاسم آباد“ کے ویرانے پر آباد ہوا۔

گورنر جنرل ڈلہوزی (DALHOUSIE) اور نواب سعادت علی خان کے درمیان ایک معاہدہ کی رو سے ۱۰؍ نومبر ۱۸۰۱ء (۲؍ رجب ۱۲۱۶ھ) میں چکلہ اعظم گڑھ مع پرگنہ ماہل، مئوناتھ بھنجن ایسٹ انڈیا کمپنی میں شامل کر کے برطانیہ کے نئے ضلع گورکھپور سے متعلق کر دیے گئے۔[1]

۱۸۱۳ء میں مبارک پور پر فسادیوں کے جم غفیر نے حملہ کیا اور خوں ریز جنگ ہوئی اور جانبین کے بہت سے آدمی مارے گئے، اس میں بعض راجے بھی آئے تھے، قصبہ کے مسلمانوں نے اس جنگ میں ایک عرض داشت حاکم گورکھ پور کی خدمت میں پیش کی تھی، اسی طرح اس دور میں قصبہ کے کئی مقدمات گورکھ پور عدالت میں گئے تھے۔ بیس سال کے بعد مبارک پور ضلع غازی پور کے ماتحت ہو گیا۔ ۱۸۲۰ء (۱۲۳۶ھ) کی ابتدا میں دیوگام، نظام آباد، ماہل، کوڑیا، تلہنی، اترولیا اور گوپال پور کے پرگنوں کو گورکھ پور سے الگ کر کے جون پور میں شامل کیا گیا اور سگڑی، چکیسر، گھوسی، سورج پور، بلہا بانس قریات متوپور، چریاکوٹ، محمد آباد، مئوناتھ بھنجن اور نتھوپور کے پرگنہ جات کو غازی پور میں ملا دیا گیا، اس نظام کے ماتحت مبارک پور بارہ سال تک ضلع غازی پور میں رہا، اس کے بعد ۱۸؍ دسمبر ۱۸۳۲ء (۱۲۴۸ھ) میں اعظم گڑھ کو مستقل ضلع قرار دیا گیا اور مبارک پور اس میں شامل ہوا، ضلع اعظم گڑھ کے پہلے کلکٹر کا نام مسٹر تھامسن (Mr.THOMSON) تھا، جس کی نام زدگی ۱۸۳۲ء میں ہوئی تھی، اس کے بعد ۱۸۶۱ء تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، البتہ پرگنہ مئوناتھ بھنجن کا تبادلہ چریاکوٹ

(۱) اعظم گڑھ گزیٹیر ۱۹۱۱ء، ص: ۱۲۳

سے تحصیل محمد آباد میں ہوا۔ [۱]

۱۹۸۰ء میں مئوناتھ بھنجن کو مستقل ضلع بنایا گیا اور مبارک پور کو ضلع اعظم گڑھ میں ہی رکھا گیا اور اعظم گڑھ کے مشرقی علاقہ خیر آباد، کرہاں محمد آباد، چریا کوٹ مئو، ادری، کوپاگنج، پورہ معروف، اندارا، بڑا گاؤں گھوسی، دوہری گھاٹ پر مشتمل ضلع مئو بن گیا ہے۔ [۲]

مبارک پور کی سرزمین کبھی بھی ارباب علم و دانش اور پاسداران دین و مذہب سے خالی نہیں رہی، اس کی کوکھ سے پیدا ہونے والے صاحبان فضل و کمال کے دینی، علمی، ادبی اور سیاسی کارناموں نے اس قصبے کو مرجع خلائق بنادیا اور دوسری طرف ریشمی ساڑیوں کی صنعت نے اسے آسمان شہرت پر پہنچادیا۔

یہ قصبہ اپنی قدامت کے ساتھ ساتھ شریفانہ ثقافت و تہذیب کا مالک بھی تھا اور ہے، لیکن اس کی طرف سے مورخوں نے بے اعتنائی برتی، جس کی وجہ سے یہاں کی ثقافت و تہذیب اور علمی و ادبی جلالت و شان پردۂ خفا میں رہی، جب کہ آج کے مشاہدے اور کل کی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں کی دینی اور علمی بہاریں قرب و جوار کے قریات و قصبات ہی کو نہیں بلکہ پوری دنیا کو دین و دانش اور فکر و آگہی کی سوغات پیش کررہی تھیں، یہ خطۂ زمین تاریخ ہند کا ایک خوب صورت حصہ ہے، اس کا تاریخی پس منظر حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور و جامعہ شمس العلوم گھوسی کی زبانی سنیے:

محل وقوع: مبارک پور اپنے مرکزی مقام اعظم گڑھ سے تقریباً سات میل (روڈ کے حساب سے پندرہ کلومیٹر کی مسافت پر) شمال مشرق میں کئی مربع میل پر پھیلی ہوئی ایک مسلم اکثریت کی آبادی ہے، مسلمانوں میں بھی بنکر طبقہ کی تعداد غالب ہے۔

معیشت اور تہذیب: یہاں کا خاص ذریعۂ معاش بنکاری ہے، قدیم عہد میں سوتی کپڑے (گزی) تیار ہوتے تھے، لیکن جلد ہی یہاں کے ہنر مندوں نے ریشم اور سوت کی آمیزش سے چند نفیس قسم کی پوشش‌یں بنائیں جو مدتوں شرفا کا لباس اور خوش رووں کی زینت رہیں اور مشروع، غلطاں، سنگی اور گل بدن وغیرہ کے نام سے مشہور عالم ہوئیں، اب خالص ریشم اور زری کے بنارسی کپڑوں میں یہاں کے ہنر مند جواب نہیں رکھتے۔

معاشرت یہاں کی نہایت سیدھی سادی اور تقریباً اسلامی احکام سے موافق تھی، اب انقلاب زمانہ کے ساتھ یہاں بھی کچھ تجدد کی ہوا چل پڑی ہے، بیش تر آبادی اگرچہ بے پڑھی لکھی تھی لیکن خیر غالب اور نیکی نمایاں تھی۔

---

(۱) تفصیل کے لیے اعظم گڑھ گزیٹیر ۱۹۱۱ء ص: ۱۲۳

(۲) تذکرہ علمائے مبارک پور: ۵۹

مولانا احمد مکرم عباسی چریاکوٹی اپنی قلمی تصنیف ”دہ بند“ میں تحریر فرماتے ہیں:

مبارک پور میں پانچ ہزار کارخانہ ہائے نور بافی ہیں، ہر محلہ میں مسجدیں موجود ہیں، پانچوں وقت جماعتیں نماز کی دھوم دھام سے ہوتی ہیں، اہل محلہ سب کاروبار چھوڑ کے واسطے تحصیل فضیلت جماعت کے مسجد میں آتے ہیں، فقیر، درویش، مسافر، غریب الوطن، مساکین، مرثیہ خواں زیادہ تر یہاں وارد ہو کے مبلغ معتدبہ پاجاتے ہیں، فی تھان کسی قدر زکات کے طور پر نکال کے ایک خزانہ میں کہ موسوم بہ ”گولک“ کرلیا ہے، جدا دھرتے ہیں، جس سے پیسہ ایک مقدار کثیر میں موجود رہتا ہے، اور اسے مصارف خیر میں صرف کرتے ہیں، اکثر با ثروت وصاحب کمال ہیں، گل بدن وسوتی پہلے پہل یہیں بنایا گیا، اور اب تک یہاں کا ساعمدہ اور ارزاں دوسری جگہ نہیں بنایا گیا، بالفعل مشروع و سنگی واصناف پارچہ ہائے سادہ ورنگین یہاں بہتر بنایا جاتا ہے، اور بہ کفایت تمام ہاتھ آتا ہے، بازاروں میں غلہ اس افراط سے آتا ہے کہ بڑے بڑے شہروں کا گولا اس کا رشک کھاتا ہے۔ (دہ بند، ص:۳)

دہ بند کے اس اقتباس کے بعد بحر العلوم لکھتے ہیں:

یہ آج سے سو سال قبل شعبان ۱۲۹۲ھ کا بیان ہے،[۱] اور یہ لگ بھگ وہی وقت ہے جب کہ مبارک پور کے افق پر دودمان خاندان اشرفیہ، شبیہ غوث الوریٰ، حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی جواں سال تبلیغی سرگرمیاں رشد وہدایت کا آفتاب بن کر چمک رہی تھیں اور پورا مبارک پور ان کے قدموں میں اپنا دل بچھائے ہوئے تھا اور عجب نہیں کی اوپر عباسی صاحب کے حوالے سے یہاں کی جس دین داری کا ذکر کیا گیا ہے انھیں کی مسیحا نفسی کا اثر ہو۔[۲]

بانی مبارک پور:

مبارک پور کے بانی راجا سید مبارک شاہ کا سلسلہ نسب حضرت امام محمد باقر بن امام جعفر صادق سے ملتا ہے، شیخ حسام الدین مانک پوری (متوفیٰ:۸۵۳ھ) کے خلیفہ راجا سید حامد مانک پوری (متوفیٰ:۹۰۱ھ) ان کے آباو اجداد میں ہیں، راجا سید مبارک شاہ اپنے دادا راجا سید نور کے مرید وخلیفہ تھے، عالم، زاہد اور بڑے عبادت گزار تھے، کڑا مانک پور میں ۲؍شوال ۹۶۵ھ میں وصال ہوا اور وہیں دادا کے پہلو میں دفن ہوئے، راجا سید مبارک شاہ کے خانوادے کے ایک بزرگ سید غلام نظام الدین (متوفیٰ:۱۱۲۸ھ) راجا خیر اللہ شاہ محمد آبادی کے نام سے مشہور ہوئے اور محمد آباد گوہنہ سے تقریباً ایک کلو میٹر مغرب میں واقع قصبہ خیر آباد کو آباد کیا، سلسلۂ چشتیہ کے معروف

(۱) اس وقت ۱۴۴۵ھ چل رہا ہے، اس حساب سے یہ بیان ۱۵۳ سال پہلے کا ہوا، (فیضی)

(۲) مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک، ماہنامہ اشرفیہ، مئی ۱۹۸۴ء۔ ص:۱۰، ۱۱

بزرگ شاہ ابوالغوث گرم دیوان شاہ (متوفی:۱۱۷۸ھ) ان کے مرید ہیں۔

مسجد راجا مبارک شاہ (متعلقہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) جو اپنی وسعت وعظمت اور شان وشوکت میں دور دور تک مشہور ہے، وہ حضرت راجا سید مبارک شاہ ہی کے نام سے موسوم ہے اور قصبہ مبارک پور میں جمعہ وعیدین کی سب سے بڑی جماعت یہیں ہوتی ہے۔ (۱)

قصبہ مبارک پور: گرام پنچایت سے نگر پالیکا تک (ایک صدی کی مکمل کہانی):

راسٹریہ سہارا کے نمائندے عالی جناب غلام رسول رضوی مبارک پوری لکھتے ہیں:

مبارک پور کا شمار اتر پردیش کی چند اسمارٹ نگر پالیکاوں میں ہوتا ہے، سنہ ۲۰۱۷ء میں اعظم گڑھ ضلع کی سب سے بڑی گرام پنچایت املو کو مبارک پور نگر پالیکا میں شامل کر دیا گیا، اس توسیع سے عام لوگ سمجھ رہے ہوں گے کہ نگر پالیکا کا دائرہ بڑھ گیا ہے، لیکن شاید ہی کسی کو معلوم ہو کہ یہ مبارک پور کی پرانی تاریخ کی واپسی ہے۔ مطلب یہ کہ تقریبًا ۱۰۰ سال پہلے املو مبارک پور کا ہی ایک حصہ تھا اور گیارہ سال تک اس کی پہچان مبارک پور سے رہی، مبارک پور قصبے کو گرام پنچایت سے ترقی دے کر سنہ ۱۹۲۳ء میں جب اسے نوٹیفائیڈ ایریا بنایا گیا تو اس میں املو گرام پنچایت سمیت سکٹھی شاہ محمد پور کو بھی شامل کیا گیا تھا اور اس نوٹیفائیڈ ایریا کا پہلا چیئرمین اس وقت کے زمیندار محمد امین انصاری کو منتخب کیا گیا تھا، ۱۹۳۴ء میں جب مبارک پور کو ٹاؤن ایریا کا درجہ دیا گیا تو رائے عامہ کے سروے میں املو اور سکٹھی شاہ محمد پور کے لوگوں نے مبارک پور سے الگ رہنے کا فیصلہ کیا؛ اسی لیے دونوں گرام پنچایتوں کو ٹاؤن ایریا سے نکال کر انھیں الگ سے گاؤں کی پنچایت کا درجہ دے دیا گیا، ٹاؤن ایریا بننے کے بعد بھی امین انصاری کو ہی مبارک پور کا چیئرمین منتخب کیا گیا، لیکن ۱۹۴۸ء میں جب ملک بھر میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی تو امین انصاری نے الیکشن لڑنے سے انکار کر دیا تو مولانا عبدالباری قاسمی بلا مقابلہ چیئرمین منتخب ہو گئے، لیکن ۱۹۵۲ء میں امین انصاری دوبارہ انتخابی میدان میں آئے تو پھر وہی چیئرمین بھی منتخب ہوئے۔

۱۹۵۸ء میں الحاج عبداللہ انصاری چیئرمین اور فضل الرحمان انصاری وائس چیئرمین ہوئے، ۱۹۶۳ء کے انتخابات میں سابق ایم ایل اے عبدالحفیظ بھارتی کو چیئرمین اور محمد ابراہیم کو وائس چیئرمین منتخب کیا گیا، لیکن عبدالحفیظ بھارتی اس عہدے پر اپنی مدت پوری نہ کر سکے اور تحریک عدم اعتماد لا کر انھیں ہٹا دیا گیا۔ ۱۹۶۶ء میں ضمنی انتخابات ہوئے، جس میں عبداللہ انصاری کانگریس کے ٹکٹ پر دوبارہ چیئرمین منتخب ہو گئے اور ساتھ ہی وائس چیئرمین کی حیثیت سے حاجی ایس عبدالباری کو منتخب کیا گیا۔ ۱۹۶۷ء میں حاجی غلام نبی انصاری چیئرمین اور

(۱) الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ایک مختصر اور جامع تعارف: ۱۴، ۱۵

عبدالصمد وائس چیئرمین ہوئے اور انھیں کے دور میں یعنی ۱۹۷۲ء میں مبارک پور کو نگر پالیکا کا درجہ مل گیا لیکن ان کی مدت پوری ہونے کے بعد یوپی میں بلدیاتی انتخابات منسوخ کر دیے گئے؛ کیوں کہ کچھ تنازعات کو لے کر ہائی کورٹ میں سماعت شروع ہو گئی جو تقریباً ۱۶ سال تک جاری رہی، ۱۹۸۸ء میں ایک بار پھر بلدیاتی انتخابات کا بگل بج گیا اور پہلی بار مبارک پور نگر پالیکا کے چیئرمین اور کونسلر کا انتخاب ہوا جس میں ایک غیر سیاسی شخصیت حاجی مختار احمد بھٹہ والے حیرت انگیز طور پر چیئرمین منتخب ہو گئے۔ ۱۹۹۵ء کے انتخابات میں مبارک پور نگر پالیکا کے چیئرمین کی سیٹ خواتین کے لیے مختص ہو گئی اور ڈاکٹر شکیلہ اول زوجہ مرحوم ڈاکٹر عبدالاول نے قسمت آزمائی کی جس میں وہ کامیاب بھی ہوئیں اور ساتھ ہی حاجی محمد یونس انصاری مرحوم وائس چیئرمین منتخب ہوئے، لیکن ۱۹۹۸ء میں پالیکا ممبران نے تحریک عدم اعتماد لا کر شکیلہ اول کو ان کے عہدے سے ہٹا دیا اور پھر اسی سال ہونے والے ضمنی الیکشن میں حاجی محمد یونس انصاری مرحوم کی اہلیہ کریم النساء چیئرپرسن منتخب ہوئیں۔

فروری ۲۰۰۱ء کے انتخابات میں ڈاکٹر شمیم احمد انصاری چیئرمین منتخب ہوئے، یہ الیکشن نومبر ۲۰۰۰ء میں ہونے والا تھا، جس کے لیے کاغذات نامزدگی بھی داخل ہو چکے تھے، لیکن اسی دوران یہاں شیعہ سنی فسادات کی وجہ سے مبارک پور میں غیر معینہ مدت کے لیے کرفیو لگ گیا، جس کی وجہ سے الیکشن تین ماہ کے لیے ملتوی کر دیا گیا تھا۔

نومبر ۲۰۰۶ء کے انتخابات میں ڈاکٹر شمیم احمد دوبارہ چیئرمین منتخب ہوئے اور ۲۰۱۲ء کے انتخابات میں انھوں نے ہیٹ ٹرک ماردی، تینوں الیکشن میں حاجی یونس ہی ان کے قریبی حریف رہے۔

۲۰۱۷ء میں ایک بار پھر یہاں کی سیٹ خواتین کے لیے مختص ہو گئی، جس میں مرحوم حاجی یونس کی اہلیہ اور سابق چیئرپرسن کریم النساء دوبارہ چیئرپرسن منتخب ہوئیں۔

۲۰۲۳ء کے حالیہ الیکشن میں بھی یہاں کی چیئرمینی سیٹ زنانہ ہو گئی، اس مرتبہ سابق چیئرمین ڈاکٹر شمیم احمد کی صاحب زادی ڈاکٹر صبا شمیم چیئرپرسن کے طور پر منتخب ہوئیں۔

مبارک پور ٹاؤن ایریا آفس کا افتتاح ۱۶ مئی ۱۹۶۳ء میں اس وقت کے ڈسٹرکٹ جج ششی بھوسن سرن کے بدست ہوا تھا جب کہ نگر پالیکا آفس کا افتتاح ۱۵/ اگست ۱۹۷۴ء میں اس وقت کے ڈی ایم بال کرشنا چترویدی نے کیا تھا۔

۱۹۲۳ء میں جب مبارک پور کو نوٹیفائیڈ ایریا کا درجہ دیا گیا تو یہاں کی آبادی تقریباً ساڑھے بارہ ہزار تھی لیکن ۱۹۷۱ء میں یہ آبادی دوگنی ہو کر پچیس ہزار ہو گئی، ۱۹۸۱ء میں آبادی قریب ۲۹ ہزار تھی، ۱۹۹۱ء میں یہ آبادی تیزی سے بڑھ کر ۴۵۳۸۸ ہو گئی۔ ۲۰۰۱ء میں ۵۶۴۶۵ اور ۲۰۱۱ء میں یہ آبادی ۷۰۴۶۳ تک پہنچ گئی اور

۲۰۱۷ء میں املو کو مبارک پور میں شامل کرنے کے بعد یہاں کی آبادی بڑھ کر ایک لاکھ ۲۰ ہزار ہوگئی جس میں کل ووٹروں کی تعداد ۷۰۴۴۷ تھی جس میں ۳۶۳۴۹ مرد ووٹر تھے اور ۳۴۳۹۸ خواتین ووٹر۔

فی الحال مبارک پور کی آبادی ایک لاکھ ۴۰ ہزار کے قریب ہے اور ووٹروں کی تعداد تقریباً ۸۲ ہزار ہے۔ (۱)

قصبہ اور اس کے ملحقات میں مسلمانوں کو ہمیشہ سے شان و شوکت حاصل رہی، اس کے لیے ان لوگوں نے بڑی قربانیاں پیش کیں، اندرون قصبہ کے تمام محلے کسی نہ کسی مسلمان شخصیت کے نام ہیں، اسی طرح یہاں کے بہت سے علاقے اور حلقے مسلم ناموں سے منسوب ہیں، جن میں مردوں کی طرح عورتوں کے نام بھی ہیں، اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی مسلم خواتین شان و شوکت کی مالک تھیں، خاص قصبہ کے اندر محلوں میں علی نگر، پورہ خواجہ، پورہ صوفی بہادر، شاہ محمد پور، پورہ خضر، پورہ دیوان، محلہ حیدر آباد اور مقامات میں خواجہ تالاب (کھجوا)، شاہ محمودی (سمودی)، کپورہ دیوان کا باغ، راجا بھانٹ کا گاڑا وغیرہ مردوں سے منسوب ہیں، جو اپنے زمانے میں اہمیت کے حامل تھے، اسی طرح محلوں میں پورہ رانی، پورہ دلہن اور مقامات میں عائشہ تالاب (استلاو) پاناآپا کی تکیہ، دومنی دائی کی مسجد وغیرہ ایسی خواتین کے نام سے نسبت رکھتی ہیں جن کو خصوصیت اور شہرت حاصل تھی اور قصبے کے باہر رسول پور، حسین آباد، مصطفی آباد، رسول پور بیورا، کھئورا، سرائے مبارک، فخرالدین پور، داؤد پور، سالار پور، نور پور، وغیرہ ممتاز مسلمانوں کے نام پر ہیں، اس بارے میں بھی مبارک پور، ضلع کے دوسرے مقامات سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ (۲)

فتنہ وفساد: مبارک پور قصبے کے اندر مسلمانوں اور ہندوؤں کی آبادی مخلوط تھی وہ آپس میں شیر و شکر کی طرح رہتے تھے، مگر قرب و جوار کے ہندوؤں سے ٹھنی رہتی، اس لیے کبھی دونوں کے درمیان معرکہ آرائی کی نوبت بھی آجاتی، اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمان اپنے طور پر مستعد رہتے، قاضی اطہر مبارک پوری ۱۸۵۷ اور اس کے پہلے کے حالات اعظم گڑھ گزیٹیر کے حوالے سے کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

آخری دور میں کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ قصبہ کے عام مسلمانوں میں اپنے دفاع اور دین اسلام کی برتری کا شدید احساس پیدا ہو گیا اور یہ لوگ کسی بھی مقابلے کے لیے ہر وقت تیار رہنے لگے، گزیٹیر میں ہے کہ قصبہ کی آبادی زیادہ تر جذباتی پارچہ بافوں پر مشتمل ہے اور مذہبی دشمنی کی آگ ان میں اور قصبہ کے اطراف و جوانب میں ہمیشہ لگی رہتی ہے، وقتاً فوقتاً دونوں فریقوں کے درمیان خطرناک قسم کے تصادم اور جھگڑے ہوتے

---

(۱) روزنامہ راسٹریہ سہارا گورکھ پور-ص:۳

(۲) تذکرہ علمائے مبارک پور:۶۸

رہتے ہیں، خاص طور سے، ۱۸۱۳ء، ۱۸۴۲ء، ۱۸۹۴ء، اور ۱۹۰۴ء، میں بڑے فسادات ہوئے اور ان فسادات کی نوعیت ایک ہی قسم کی تھی۔ (۱)

شیخ محمد علی حسن فاروقی مبارک پوری نے مبارک پور میں ظہور پذیر حوادث اور واردات بڑی تفصیل سے اپنی کتاب ”واقعات و حادثاتِ قصبۂ مبارک پور“(۲) میں بیان کیے ہیں جو ابھی غیر مطبوعہ ہے، اس میں کل اٹھارہ حادثے اور واقعے درج ہیں، ان کے علاوہ مزید دیگر تاریخی حقائق بھی پیش کیے ہیں، ان حادثات و واقعات کا اجمالی تعارف کچھ اس طرح ہے:

واقعہ نمبر ۱: یہ شیعوں اور سنیوں کے درمیان انگریزی حکومت کی عمل داری سے پہلے نواب وزیر کی عمل داری کے اخیر میں واقع ہوا۔

واقعہ نمبر ۲: یہ حادثہ نکّو ساہی کے نام سے مشہور ہے، ابتدائے عمل داریِ سرکار انگریز بہادر میں واقع ہوا۔

واقعہ نمبر ۳: معروف بہ رکھئی ساہی: یہ مبارک پور کا سب سے بڑا واقعہ ہے، جو مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۳ء میں واقع ہوا۔

واقعہ نمبر ۴: معروف بہ چورا ساہی: ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کچھ شر پسندوں کے شر کا نتیجہ تھا، اس میں تھانے دار اور کلکٹر کی دانش مندی اور حکمت سے بلوانہ ہوا۔

واقعہ نمبر ۵: یہ واقعہ کتارو ساہی کے نام سے مشہور ہے، نوہر زرگر اور وارث دلال کے گھروں میں کچھ لوگوں نے چوری کی جس میں کتارو ساہی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

واقعہ نمبر ۶: یہ واقعہ علی ساہی کے نام سے مشہور ہے، پورہ خواجہ کا ایک شخص اپنی بیوی کی رخصتی کے لیے اپنی سسرال گیا، سسر نے دس پندرہ دن کا موقع مانگا اس نے منظور نہ کیا، آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں محلوں کے جانباز آپس میں بھڑ گئے اور نتیجہ یہ سامنے آیا کہ دونوں طرف کے ایک ایک آدمی موت کے آغوش میں سو گئے، اس کے بعد مقدمہ چلا گرفتاری ہوئی جیل کی سزا ہوئی، جیل ہی میں حاجی خوش حال اور دوست محمد خلیفہ کی موت ہو گئی باقی لوگ رہا ہوئے۔

واقعہ نمبر ۷: یہ واقعہ ڈاکہ زنی کے نام سے مشہور ہے، یہ ڈاکہ زنی ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۲ء میں رکھئی ساہو مہاجن کے وارث بابو رام داس کی کوٹھی میں ہوئی تھی۔

---

(۱) اعظم گڑھ گزیٹر ۱۹۱۱ء، ص: ۱۶۱، تذکرہ علماے مبارک پور: ۶۹

(۲) یہ تاریخی دفینہ شاعر خوش نگار الحاج مہتاب پیامی مبارک پوری زید مجدہ نے ناچیز کو عنایت فرمایا۔ فیضی۔

واقعہ نمبر۸: یہ حادثہ سکھ لال ساہی کے نام سے مشہور ہے، ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۸ء میں واقع ہوا، شاہ کا پنجہ کے بیرونی طاق پر خنزیر کا بچہ رکھنے کی وجہ سے یہ ناخوش گوار واقعہ پیش آیا۔

واقعہ نمبر۹: یہ واقعہ بھجیک ساہی اور گردھاری ساہی کے نام سے مشہور ہے، مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان پیش آیا، اس میں کئی جانیں گئیں۔

واقعہ نمبر۱۰: یہ واقعہ ڈوما ساہی کے نام سے مشہور ہے، پورا خواجہ اور پرانی بستی کے دو اکھاڑوں کے درمیان ۱۲۶۵ھ میں ایک خوں ریز لڑائی ہوئی جس کی پاداش میں پورہ خواجہ کے اکھاڑے کے خلیفہ "ڈوما" کا سر پرانی بستی کے اکھاڑا والوں نے قلم کر دیا، پرانی بستی کے اکھاڑے کے خلیفہ کا نام "شاہ محمد" تھا۔

واقعہ نمبر۱۱: معروف بہ کریمہ ساہی، پورہ دلہن کا سونا شاہ نامی شخص کا اس محلے کے احمد نامی شخص سے گھریلو راہ و رسم تھے احمد کی سات آٹھ سال کی لڑکی زیور پہنے تھی، اس کی لالچ میں سونا شاہ بہلا پھسلا کر کھیت میں لے گیا اور اسے قتل کر کے زیور حاصل کر لیا، بعد میں وہ پکڑا گیا اور اس کا پورا گھر برباد ہو گیا۔

واقعہ نمبر۱۲: یہ واقعہ شیوچرن لال اگروال (پرانی بستی متّصل جامع مسجد راجا مبارک شاہ) کے مکان میں ڈاکہ زنی کے تعلق سے ہے، یہ واقعہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں رونما ہوا۔

واقعہ نمبر۱۳: وارداتِ تلنگانہ ساہی: ایک نامعلوم فوجی مبارک پور اپنی بہن کے گھر آیا، محرم کا پہلا عشرہ تھا، امام باڑے کی مجلس اور جلوسِ تعزیہ میں شریک ہوا، امام حسین اور شہداے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی داستانِ ظلم و ستم سن کر اپنی حلق پر تلوار پھیر لی اور ہمیشہ کے لیے نیند کی آغوش میں پہنچ گیا، اس کی قبر روضۂ قدم رسول کے پاس ہے، جس کا نشان اب مٹ چکا ہے۔

واقعہ نمبر۱۴: یہ واقعہ بقریدو ساہی کے نام سے جانا جاتا ہے، کبڈی کے کھیل میں کبڈی پڑھاتے ہوئے بقریدو نامی شخص کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا، یہ واقعہ ڈوما ساہی سے دو سال پہلے کا ہے۔

واقعہ نمبر۱۵: یہ واقعہ مان اللہ ساہی کے نام سے معروف ہے، مان اللہ ساہی ایک خوش اخلاق اور چالاک آدمی تھا، لیکن اس نے اخیر میں چوری کا شیوہ اختیار کیا، پکڑا گیا، عوام نے لاٹھی ڈنڈوں سے مار کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

واقعہ نمبر۱۶: یہ واقعہ فخر الدین ساہی کے نام سے موسوم ہے، جامع مسجد راجہ مبارک شاہ میں خنزیر کا سر رکھنے کے نتیجے میں پیش آیا، اس کا اصل مجرم فخر الدین نامی شخص تھا۔

واقعہ نمبر۱۷: اس کے تحت غدر ۱۸۵۷ء کے وہ حالات بیان کیے گئے ہیں جو قصبہ مبارک پور سے

متعلق ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۸: یہ واقعہ منوہر ساہی کے نام سے مشہور ہے، ۱۸۷۷ء میں جامع مسجد راجا مبارک شاہ کے اتری جانب شیوالے کی تعمیر کے سلسلے میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کہا سنی ہوئی، مقدمہ عدالت میں پیش ہوا، انجام کار شوالہ منہدم ہوا، تلوار وسنان کی نوبت نہ آئی۔

فرقے اور مسالک: مبارک پور اور اس کے اطراف کے مسلمان زمانۂ قدیم سے سنی حنفی مسلک کے پابند تھے، دوسرے مسالک کو بھی فروغ حاصل ہوا، نتیجے میں لوگ متعدّد مسلکوں کے پیرو ہو گئے، یہاں سب سے پہلے تشیع کو رواج ملا، اس کے بعد غیر مقلدیت آئی، سب سے آخر میں دیو بندیت نے قدم رکھا، قاضی اطہر مبارکپوری لکھتے ہیں:

سب سے پہلے نوابان اودھ کے زمانے میں تشیع کو رواج ہوا، انھوں نے تقریباً ۱۴۲ سال حکومت کی، جس میں ۸۴ سال تک مبارک پور اور اعظم گڑھ کے علاقوں پر ان کی حکومت رہی، انھوں نے اپنے دور میں لہو و لعب کے ساتھ شیعیت کی تبلیغ و اشاعت کی طرف خاص توجہ کی، نوابی اودھ کا ہر نواب اور حکم راں پر جوش داعی و مبلغ تھا اور اس کے لیے بے دریغ دولت خرچ کرتا تھا... نواب آصف الدولہ (۱۱۸۷ء، ۱۲۱۲ھ) کے دور میں رمضان علی شاہ نے مبارک پور میں اپنا مشہور امام باڑہ تعمیر کیا، جو بعد میں "مکان" کے نام سے مشہور ہوا، انھی ایام میں متعدّد مبلغین یہاں آئے اور انھوں نے شیعیت کی تبلیغ و تعلیم کا کام انجام دیا، اور امام باڑے تعمیر کیے، چراغ علی شاہ نے قصبے کے مغرب میں "شاہ کا پنجہ" نامی روضہ بنوایا اور سیف علی شاہ نے بھی امام باڑا تعمیر کرایا تھا، یہ مبلغین باہر سے قصبہ میں تشیع کی تبلیغ و تعلیم کے لیے آتے تھے، اس زمانے میں بازار میں "قدم رسول" کے نام سے ایک عظیم الشان عمارت بنی نیز قصبہ اور سواد قصبہ میں بہت سے امام باڑے، دالان اور چوک تعمیر ہوئے اور معافیاں دی گئیں اور خاص بات یہ رہی کہ تقریباً ہر امام باڑے کے متولی سنی فرقے کے لوگ بنائے گئے، اس دور کے عام سنی بھی تعزیہ داری، ماتم و مرثیے میں آگے آگے رہتے تھے... مگر سنیوں میں اپنی سنیت کا احساس بھی شدید قسم کا رہتا تھا، چناں چہ نواب سعادت علی خاں کے دور میں تبرا کہنے پر ایک شخص کا قتل ہوا اور نواب موصوف تک مرافعہ ہوا، اسی طرح ایک مرتبہ عین عشرۂ محرم کو بازار کے "قدم رسول" میں اسی بات پر شدید قسم کا جھگڑا ہوا... ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء سے پہلے قصبہ میں اسماعیلی بہرہ فرقے کا رواج ہوا جو در حقیقت شیعہ کی ایک شاخ ہے، مبارک پور میں اس کے مبلغ اول مولوی نثار علی سرائے میری ہیں...

شیعیت اور اسماعیلیت کے بعد یہاں مسلک اہل حدیث (غیر مقلدیت) کو فروغ ہوا، اس مسلک کے

علم بردار شاہ ابواسحاق لہراوی (متوفی: ۱۲۳۴ھ) ہیں، [1] جن پر اپنے استاذ مولانا محمد فاخر الہ آبادی کا رنگ چڑھا ہوا تھا... اس مسئلہ کو مولوی عبد اللہ جھاوالہ آبادی کی وجہ سے خاص تقویت ملی، جنھوں نے تیرہویں صدی کے آخر میں املو کو اپنی تبلیغ و تعلیم کا مرکز قرار دیا تھا، وہ اپنے مخالفوں کے بارے میں شدید تعصب رکھتے تھے اور ان کا شدید رد کرتے تھے، ظاہری نصوص پر عمل کرتے تھے اور حنفیہ، شافعیہ اور دیگر مذاہب والوں کی تکفیر کرتے تھے... مدتوں املو میں رہ کر اطراف و جوانب میں اس مسلک کی تبلیغ کی اور مئو تک اس کا اثر پھیلا، بعد میں مولوی حکیم امان اللہ وغیرہ نے مبارک پور میں اس مسلک کو آگے بڑھایا... ان سب کے آخر میں یہاں دیوبندی مکتب خیال کو فروغ ہوا... ابتدا میں مولانا محمود صاحب اور مولانا حکیم الٰہی بخش نے اپنے ساتھیوں کو لے کر اس کے لیے کام کیا، اس کے بعد ۱۳۳۶ھ سے مولانا شکر اللہ صاحب اس تحریک کے داعی و مبلغ بنے۔ [2]

دینی اور علمی ادارے: مبارک پور کے مغرب میں مدرسہ حنفیہ جون پور اور مشرق میں مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور دو قدیم دینی اور علمی ادارے ہیں، مقامی سطح پر کچھ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے شائقین میں سے معدودے چند لکھنؤ یا دلی اور اکثر مذکورہ دونوں مدارس میں تعلیم حاصل کرنے جاتے تھے، کئی لوگ مولانا عنایت رسول چریاکوٹی (متوفی: ۱۳۲۰ھ) اور ان کے بھائی مولانا فاروق چریاکوٹی (متوفی ۱۳۲۷ھ) کے بھی شاگرد ہوئے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (متوفی: ۱۲۳۹ھ) کے شاگرد حضرت شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی (متوفیٰ: ۱۳۱۳ھ) کے کچھ مریدین بھی یہاں تھے۔ سید احمد رائے بریلی (متوفی: ۱۸۳۱ء) کے ایک مرید کرامت علی جون پوری (متوفی: ۱۲۹۰) کا بھی یہاں آنا جانا تھا، بعض دوسرے لوگوں کی بھی آمد و رفت تھی، لیکن شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی (متوفی: ۱۱ر رجب ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) کی تشریف آوری کے بعد مبارک پور میں سلسلۂ اشرفیہ کو سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا اور بہت سے سنی مسلمان ان کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے۔

مبارک پور میں سنیوں کا ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ ہے، دیوبندیوں کا احیاء العلوم، غیر مقلدین کا دار التعلیم اور شیعوں کا باب العلم ہے، بوہرہ اسماعیلی کے چند گھر ہیں مگر کوئی ادارہ نہیں، البتہ سنی اور دیوبندی وغیرہ کے دیگر

---

(۱) بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے محلے ایک بزرگ حاجی سلامت اللہ مرحوم کا بیان ہے کہ یہ شافعی عالم تھے اور انھیں کی اجازت سے مبارک پور میں ''مسجد راجا شاہ'' میں جمعہ قائم ہوا، اس سے قبل یہاں کے لوگ بھی گجھڑا جمعہ پڑھنے جاتے تھے، مولوی محمد اسحاق صاحب یہاں کے لوگوں کو حنفی مذہب کے موافق مسائل بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ شافعی مذہب پر عمل آپ لوگوں کے لیے سخت مشکل ہے، فی الواقع اس مذہب میں بڑی پابندی ہے۔ (بحر العلوم کی کہانی بحر العلوم کی زبانی۔ مرتب: مفتی خالد کمال اشرفی مصباحی۔ ص: ۱۶)

(۲) تذکرہ علمائے مبارک پور، ص: ۷۴ تا ۷۷، ملخص

کئی ادارے اور بہت ساری مسجد ہیں۔[1] مثلا الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ سکٹھی، مدرسہ سراج العلوم نوادہ، دارالقضا نوادہ— مسجدوں میں جامع مسجد راجا مبارک شاہ، الجامعۃ الاشرفیہ کے احاطے میں واقع عزیز المساجد، محلہ کٹرہ کی جامع مسجد، مسجد عائشہ (مسجد راجہ بھانٹ) پورہ رانی قصبہ کی بڑی مسجدوں میں شمار ہوتی ہیں۔

علمی اداروں میں "المجمع الاسلامی" کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، یہ ایک تصنیفی اور اشاعتی ادارہ ہے، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں قائم ہوا، ۱۰ر صفر ۱۴۱۷ھ/۲۷ر جون ۱۹۹۶ء بروز جمعرات بعد نماز عصر، شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی قادری مدظلہ اور عزیز ملت مولانا عبد الحفیظ عزیزی مدظلہ کے مقدس ہاتھوں محلہ ملت نگر میں ایک وسیع و عریض رقبۂ زمین پر اس کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

اس وقت یہ ادارہ بڑی خاموشی کے ساتھ ایک خوب صورت عمارت کے اندر دینی اور علمی کام میں مصروف ہے اس کے شعبوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) دارالتصنیف (۲) دارالتحقیق والتصحیح (۳) دارالکتب (لائبریری) (۴) دارالاشاعت

(۵) دارالتربیت والتعلیم (ٹریننگ سینٹر)

اس کے بانی ارکان درج ذیل حضرات ہیں:

(۱) مولانا محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (۲) مولانا یٰسین اختر مصباحی مہتمم دار القلم دہلی (۳) مولانا افتخار احمد مصباحی گھوسوی مقیم مدینہ منورہ (۴) مولانا محمد عبد المبین نعمانی ناظم اعلی دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ مئو

اس ادارے سے سیکڑوں علمی، ادبی اور تاریخی کتابیں اب تک چھپ چکی ہیں اور منصوبے کے مطابق مزید تصنیف و اشاعت کے مراحل سے گزر رہی ہیں۔

اصحاب فضل و کمال: یہ سرزمین ہمیشہ سے علما و مشائخ کا گہوارہ رہی ہے، وہ صاحبان دین دانش جو مبارک پور کی تاریخ کا اہم اور خوب صورت حصہ ہیں ان میں سے چند کے اسماگرامی یہ ہیں:

علماے مسلکِ اہلِ سنت:

(۱) مولانا شاہ ابوالغوث گرم دیوان شاہ—ولادت: ۱۱۰۰ھ بھیرہ ولید پور مئو- وفات ۱۱۷۸ھ مدفن: لہرا مبارک پور

---

(۱) الجامعۃ الاشرفیہ ایک مختصر اور جامع تعارف، ص:۱۵

(۲)مولاناسید شاہ عبدالحق گجھڑوی۔ ولادت ۔۔۔۔وفات:۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ءمدفن:اجمیر شریف

(۳)مولاناسید شمس الحق گجھڑوی۔ ولادت ۔۔۔۔/وفات:۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

(۴)مولانانور محمد مبارک پوری۔ولادت ۔۔۔۔وفات:غالباً۱۳۶۹ھ مدفن:قبرستان بندرہی باغ مبارک پور

(۵)حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز مرادآبادی- ولادت:۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ءبھوج پور مرادآباد- وفات:۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ءمبارک پور، مدفن: جامعہ اشرفیہ کے صحن میں۔

(۶) پیر طریقت شاہ علی حسین اشرفی مبارک پوری۔۔۔۔۔۔مدفن: پورہ رانی پولیس چوکی کے پاس

(۷)مولانامحمد شریف مصطفی آبادی۔ولادت۔۔۔وفات:۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ءمدفن:خنجر کا تکیہ جھوائی ٹولہ لکھنو۔

(۸) علامہ عبد الرءوف- بلیاوی، ولادت:۱۹۱۲ء بھوج پور بلیا- وفات:۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء مدفن: قبرستان سمودی مبارک پور۔

(۹)مولاناعلی احمد مبارک پوری

(۱۰) مولانا محمد شفیع مبارک پوری۔ ولادت:۱۹۲۰ءپورہ رانی مبارک پور- وفات:۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء- مدفن: پورہ رانی مبارک پور

(۱۱)مولانا قاری محمد یحییٰ مبارک پوری-ولادت: ۱۳۴۳ھ/۱۲۲۴ء/وفات:۔۔۔۔/۱۹۹۶ء- مدفن:قبرستان سمودی مبارک پور

(۱۲) بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی مبارک پوری۔ ولادت:۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ھ پورہ رانی-وفات: ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۲ءمدفن بندرہی باغ مبارک پور سے متّصل اپنی زمین مین۔

(۱۳) مولانامحمد محبوب اشرفی نوادوی ولادت:غالباً۱۹۱۷ء/وفات:۱۴۱۳ھ ۱۹۹۳ء-مدفن:نوادہ مبارک پور

(۱۴)مولانا ممتاز احمد اشرف القادری، ولادت:۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء- پورہ خواجہ مبارک پور- وفات:۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء- مدفن:بریڈفورٹ برطانیہ)

علمائے مسلک اہل حدیث (غیر مقلد):

(۱)مولاناابو محمد عبدالحق املوی (متوفی:۔۔۔۔) (۲)مولاناعبدالرحیم (متوفی:۱۹۱۲ء)

(۳)مولاناعبدالسلام (متوفی:۱۹۲۴ء) (۴)مولاناعبدالرحمن (متوفی:۱۹۳۵ء)

(۵)مولانامحمد احمد لہراوی (متوفی:۱۳۶۸ھ) (۶)مولاناعبیداللہ (متوفی:۱۹۹۴ء)

(۷)مولاناصفی اللہ (۸)مولاناعبیدالرحمن بن مولاناعبدالسلام

علمائے مسلک دیوبند:

(۱)مولانا عبدالعلیم رسول پوری (متوفی:۱۹۲۲ء)(۲)مولانا عبدالرحمن (متوفی:۱۹۳۵ء)
(۳)مولانا الٰہی بخش (متوفی:۱۹۳۷ء)بانی مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور
(۴)مولانا احمد حسین (متوفی:۱۹۳۹ء)(۵)مولانا شکراللہ (متوفی:۱۹۴۱)ناظم احیاء العلوم مبارک پور
(۶)مولانا نعمت اللہ (متوفی:۱۳۶۲ء)(۷)مولانا قاضی اطہر (متوفی:۱۹۹۶ء)مشہور مؤرخ

اثنا عشری علما:

(۱)مولانا رمضان علی شاہ- ولادت:۔۔۔۔وفات:تخمیناً۱۲۲۹ھ
(۲)شیخ چراغ علی-نوابی اودھ کے زمانے میں مبارک پور آئے۔
(۳)شیخ سیف علی-نوابی اودھ کے زمانے میں مبارک پور آئے۔
(۴)مولوی نرہو(۔۔۔۔۔۔۔۔)(۵)مولوی محمد نشان (متوفی:۱۸۱۳ء)
(۶)میر معظم حسین (متوفی:۱۸۱۳ء)(۷)مولوی فیاض حسین واعظ(۱۳۹۴ء)

اسماعیلی (بوہرہ)علما:

(۱)مولانا نثار علی اسماعیلی سرائے میر (متوفی:۱۸۱۳ء) (۲)ملا پیر بھائی اسماعیلی (۔۔۔۔)
(۳)ملا شیخ عبدالحکیم اسماعیلی (۔۔۔)(۴)ملا رحمت علی اسماعیلی (متوفی:۱۹۴۴ء) (۵)حسن الاعظمی

مذاق شعروسخن:

مبارک پور جہاں زمانۂ دراز سے علم وفضل کا گہوارہ اور صنعت پارچہ بافی کا مرکز رہا ہے، وہیں اردو زبان وادب کے گیسو سنوارنے میں بھی اپنی مثال آپ ہے، جب ہم یہاں کے ادب نوازوں اور سخن وروں کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں وہ خوبیاں نظر آتی ہیں جو ایک ماہر اور استاذ شاعر کے اندر ضروری خیال کی جاتی ہیں، درج ذیل سطور میں اس شہر شعروسخن کے ادبی سفر کا ایک تاریخی جائزہ پیش ہے۔

مولانا قمرالزماں مبارک پوری لکھتے ہیں:

مبارک پور نے خوش فکر اور پرگو شعرا کے تین دور دیکھے ہیں۔

دور اول ۱۸۶۴ء سے ۱۹۲۵ء تک کا زمانہ ہے۔اس دور میں منشی حبیب اللہ حبیبؔ، عبداللہ شفاؔ، قمرالزمان زماںؔ اور عبدالکریم عاشقؔ نمایاں رہے ہیں، بعد میں غلام حسین خاکیؔ، علی حسن حسنؔ، عبدالحمید ناظرؔ اور عبدالسمیع

مفتون نے اس زنجیر میں نئی کڑیوں کا اضافہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ اہل مبارک پور، اعظم گڑھ ضلع کے دوسرے قصبوں کے مقابلے میں علمی و ادبی، سیاسی و ملی اور صنعتی میدان میں کافی پچھڑے ہوئے تھے، اہل ذوق و اہل علم خاندان کے لڑکوں کو تحصیل علم کے لیے دوسرے مقامات پر جانا پڑ تا تھا، بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے لیے خاص انتظام وانصرام نہیں تھا، کوئی مدرسہ تھا اور نہ کوئی پرائمری اسکول، ہاں کچھ لوگ مسجدوں میں بیٹھ کر بچوں کو کلام اللہ شریف اور ابتدائی اردو پڑھایا کرتے تھے، غرض کہ پورے مبارک پور پر لاعلمی کے بھوت ڈیرا جمائے ہوئے تھے ، ۱۸۶۴ء سے ۱۹۲۵ء تک کے درمیاں جب کہ پورے ہندوستان میں سیاسی و ملی انقلاب رونما ہوئے اور علمی و ادبی بیداری پھیلی تو مبارک پور میں تین مدارس دارالتعلیم، احیاء العلوم اور اشرفیہ قائم ہوئے، جن کی علمی روشنی میں یہاں کے پس ماندہ طبقہ کو سیاسی و مذہبی، اقتصادی و معاشی اور علمی و ادبی میدان میں آگے بڑھنے کا سنہرا موقع ملا۔ [1]

دوسرا دور ۱۹۲۵ء سے شروع ہوتا ہے اور ۱۹۴۶ء پر ختم ہوتا ہے، اس دور کے ممتاز ترین شعرا میں قاضی اطہر مبارک پوری، تبسم مبارک پوری، مظفر حسن ظفر ادیبی، محمد عثمان ساحر، فقیر اللہ اسعد سیمابی، منشی سہدیو رام کیف اور ایوب مبارک پوری ہیں...

یہ دور مشاعروں، ادبی جلسوں اور نشستوں کے لیے کچھ زیادہ خوش گوار ثابت ہوا، دور اول کے مقابلے میں اس دور میں مشاعرے بھی زیادہ ہوئے اور سخن فہموں کی تعداد بھی بڑھی، لیکن ابھی دوسری سرگرمیوں کی بہ نسبت مذاق ادب کا رجحان اتنا عام نہیں ہوا تھا کہ اردو کے عقیدت کیشوں کی تعداد میں تسلی بخش اضافہ ہوتا، یہاں کی سادہ لوحی کا آکاش اب بھی اس قدر ابر آلود تھا کہ ادب کا کوئی منظر نہیں ابھر پاتا تھا، یہاں کا سادہ لوح طبقہ شعرو شاعری کو اسلام بیزاری، الحاد پرستی اور دہریت سے تعبیر کرتا تھا، اس لیے ہمارے محبوب شعرا کو ادب بیزاری کی اس گھٹاٹوپ آندھی میں شعروادب کا چراغ لے کر چلنے میں کافی مصائب کا سامنا کرنا پڑا، مگر شعرا کا یہ کارواں عزم کامل کے ساتھ آگے بڑھتا ہی گیا، آخر ان کی مساعی جمیلہ کا یہ خوش گوار نتیجہ نکلا کہ تیسرے دور نے جنم لیا۔ [2]

تیسرا دور بڑے شدومد، جوش و خروش اور نہایت عزم و حوصلہ کے ساتھ ۱۹۴۶ء سے شروع ہوا جو اب تک جاری ہے۔ علی مختار مبارک پوری، بقامرحوم، رہبر مرحوم، فراز، حفیظ بھارتی، ارشاد جوہر، شرر مصباحی، فضل انصاری، ظہیر مبارک پوری اور ایس عبد الباری اس دور میں نمایاں شخصیت کے مالک ہیں، اس کاروان تیز گام

---

(۱) صدرنگ - ص:۱۷، ۱۸۔ مرتب فیاض گوالیاری و قمر الزماں قمر مبارک پوری۔ ناشر: عبدالمجید سرپرست جعفر لائبریری مبارک پور۔ اشاعت ۱۹۷۰ء

(۲) صدرنگ - ص:۱۸، ۱۹، ۲۰

کے کئی منزلیں طے کر لینے کے بعد ظہیر مضطر، نورالعین نظر، عزیز برقی اور (مولانا محمد خلیل) گوہر اعظمی بھی شاہ راہ سخن پر گام زن ہوئے، ادھر چھ سات برسوں میں جو نئے شعرا شریک کارواں ہوئے ہیں ان کی تعداد تقریباً ڈیڑھ درجن تک پہنچتی ہے، جن کا ذکر ابھی مناسب نہیں، اس دور کو مبارک پور کی ادبی سرگرمیوں کا سب سے اہم اور زریں دور کہا جا سکتا ہے، نظم، غزل، قصیدہ، رباعی، قطعہ، نعت، منقبت، مرثیہ، ان تمام اصناف سخن کو اسی دور میں غیر معمولی عروج حاصل ہوا۔ (۱)

مبارک پور کا ادبی اور شعری وقار بلند کرنے میں درج ذیل شعرا بھی برابر کے شریک ہیں:

نیّر، محمد مبین طرب، اشہدؔ انصاری، محمد ذاکر بیدل، محمد بشیر حاصلؔ انصاری، شکیل انصاری مفتونوی، ولیؔ ایوبی، غلام حسین اثرؔ، نذیر انصاری، علی حماد، کوثر، حافظ محمد عمر نیا پورہ، عبدالعزیز برقی حیدرآباد، قمرالزماں قمرؔ پورہ صوفی، مولانا ممتاز احمد اشرف القادری پورہ خواجہ، شاہد حسن شاہد لال کنواں، ماسٹر مظہر علی چشتی شہید نگر، مہتاب پیامی پورہ صوفی، ارشاد احمد ارشاد پورہ صوفی، امیر اشرف پورہ دیوان، بلال احمد بلالؔ پورہ صوفی وغیرہ۔

اشرفی دارالمطالعہ اور جلوس عید میلادالنبی:

تقریباً ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے طلبہ نے انجمن اہل سنت و اشرفی دارالمطالعہ کی بنیاد رکھی اس تعلق سے بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی مبارک پوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

آج سے تقریباً ۳۲ سال پہلے دارالعلوم اشرفیہ کی نشاۃ ثانیہ کے ابتدائی دور میں جب کی مبارک پور کا ہر سنی مذہب اہل سنت کے نشہ میں سرشار تھا، دارالعلوم کے پرجوش طلبہ نے اپنی ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی جس کا نام انجمن اہل سنت و اشرفی دارالمطالعہ رکھا، اس کے بانیوں میں اس وقت کے طلبہ میں سرفہرست مولانا قاری محمد عثمان صاحب، مولانا صوفی وجیہ الدین صاحب، مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب، مولانا ظفر علی صاحب، مولانا علی احمد صاحب وغیرہ تھے، انجمن کی سرگرمی اس وقت پنج شنبہ کو طالب علموں کے لیے مشقی جلسے اور ایک لائبریری اشرفی دارالمطالعہ تک محدود تھی ابھی ابتدائی دور ہی تھا کہ ربیع الاول شریف موسم بہار آمد خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کا مژدۂ جاں فضا لے کر آیا، مذکورہ بالا حضرات نے کسی دن یوں ہی باتوں باتوں میں یہ رائے رکھی کہ امسال ۱۲/ ربیع الاول شریف کے موقع پر جلوس عید میلادالنبی نکالا جائے بس کیا تھا ایک اچھے خطاط قاری محمد عثمان صاحب موجود ہی تھے ایک بڑے سے پٹھے پر جلی قلم سے آیت مبارکہ قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین اور ایک شعر:

---

(۱) صدرنگ ص:۲۰

آج کے دن مالک خلد بریں پیدا ہوئے آؤ مل کر ہم منائیں جشن میلاد رسول

لکھا گیا کچھ جھنڈے جھنڈیاں تیار ہوئیں اور ۱۲/ ربیع الاول کی صبح کو آگے آگے مولوی علی احمد صاحب ان کے ساتھ ہی قاری محمد عثمان صاحب نعت خواں جماعت کے سربراہ اور چند خوش گلو طالب علم مذکورہ بالا شعر پڑھتے ہوئے گھوم آئے۔

آئندہ سال سے اس جلوس میں قصبہ والوں کا اشتراک بھی بھرپور رہا اور ۱۱/ کی شام کو ایک جلسہ بھی ہونے لگا اس انجمن کے ذرائع آمدنی میں فیس ممبری ماہانہ چندہ اور دارالمطالعہ کی یومیہ فیس تھی لیکن یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی نہ ہونے کے برابر تھا اس کا بڑا ذریعہ آمدنی مبارک پور کے سنی مسلمانوں کی وہ دریا دلی تھی جو ضرب المثل ہے۔

یہ تھی انجمن اہل سنت و اشرفی دارالمطالعہ کی ابتدا تب سے اب تک زمانے نے کتنی کروٹیں بدلی اس پر بھی عروج و زوال کے کئی دور آئے ایک دفعہ لائبریری ختم ہوگئی اور اس کی ساری کتابیں خرد برد ہوگئیں، صرف ایک کتاب سیرت النبی اور مستشرقین اب بھی موجود ہے اس کے بعد از سر نو لائبریری کی ترتیب ہوئی جو ۲۸/ سال سے روز افزوں ترقی پر ہے دیگر پروگرام بھی بڑھتے اور گھٹتے رہے، لیکن جلوس و جلسہ عید میلاد اپنی آب و تاب اور شان و شکوہ میں روز افزوں ہی رہا۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار بہت ضروری ہے کہ جلسہ و جلوس بلکہ انجمن کی تمام تر کامیابیوں کا سہرا اہل قصبہ کے سر ہے، مدرسہ کے ذمہ دار اراکین جناب محمد امین صاحب انصاری، حاجی محمد عمر صاحب، حاجی خیر اللہ دلال صاحب، حاجی محمد یوسف صاحب، مناظر مرحوم، سربراہان قصبہ نیز قصبہ کے نوجوانوں کی انجمن نعت پڑھنے والوں کی جماعتیں عام اہل سنت غرض کی ہر ہر فرد نے اپنے وقت، جسم و جان مال و دولت کی بے مثال قربانی دے کر انجمن اور اس کے جلسہ و جلوس کی شان قائم رکھی بلکہ اس میں اضافہ کرتے رہے۔(۱)

جلوس کی انفرادیت کے تعلق سے مولانا بدر القادری علیہ الرحمہ یوں رقم طراز ہیں:

جب بارہویں ربیع الاول کا سورج طلوع ہوتا ہے تو بے شمار اہل ایمان محسن انسانیت کے حضور درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے نظر آتے ہیں، مبارک پور کے مسلمان اس بارے میں ممتاز اور نمایاں ہیں، یہ مبارک تاریخ ان کے لیے عید سعید سے کم نہیں ہے، بچہ بچہ نئے لباس میں ملبوس، نبی کے نام کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیے صبح کی پہلی کرن کے ساتھ گھر سے نکل پڑتا ہے، اجالا ہوتے ہوتے باغ فردوس کے چاروں طرف نبی کے

---

(۱) روداد انجمن اہل سنت و اشرفی دارالمطالعہ مبارک پور، از ربیع الاول ۱۳۶۶ھ تا صفر ۱۳۸۷ھ، ص: الف، ب، ج)

متوالوں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا ہے دیکھیے ہر ہر محلے کی انجمن اپنے رضا کاروں کے ساتھ موجود ہے، مشرقی جانب سے انجمن اسلامیہ لال چوک، انجمن غوثیہ پرانی بستی انجمن علی نگر اپنے نعت خوانوں کے ساتھ اشرفی روڈ پر پہنچی ہوئی ہے، مغربی روڈ سے انجمن اظہار حسینی پورہ رانی، انجمن اتحاد المسلمین پورہ صوفی انجمن ہاشمیہ پورا صوفی، انجمن حیدر آباد اپنے ممبران کے ساتھ آرہی ہے، شمال کی جانب سے انجمن رونق اسلام پورا باغ، انجمن پرانی بستی چلی آرہی ہے، انسانوں کی بھیڑ ہے کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں دارالعلوم اشرفیہ کے صدر گیٹ سے انجمن کا پرچم قیادت نکلا اور تکبیر کی ضرب نے حاضرین کی رگوں میں خون کی گردش تیز کر دی جلوس روانہ ہوا۔

نظم خوانوں کے نعتیہ قصیدے پورے ماحول پر چھائے ہوئے ہیں حاضرین متانت اور سنجیدگی کے ساتھ درود پاک کا ورد کرتے ہوئے قدم بقدم بڑھا رہے ہیں اس جلوس میں ڈھول تاشے کی بے ہنگم بدعت کے بجائے اسلام کی روایتی سادگی کار فرما ہے اسی سج دھج کے ساتھ جلوس مختلف سڑکوں اور راستوں سے ہوتا ہوا کئی شب و روز گزرنے کے بعد اختتام پذیر ہوتا ہے۔[۱]

آج بھی ربیع الاول کی بارہویں شب میں جلسے کا اہتمام اور دن میں جلوس کا گشت روایتی شان شوکت کے ساتھ ہوتا ہے۔

جناب الحاج محمد یونس چیر مین مرحوم اس انجمن کے سکریٹری تھے، اخیر عمر تک ان کی قیادت میں جلسہ و جلوس کا اہتمام ہوتا رہا، ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی خواہان اہل سنت نے ان کے بھائی جناب محمد مظہر انصاری صاحب کو سکریٹری نامزد کیا، ان کی قیادت میں برسوں جلسہ و جلوس کا اہتمام ہوتا رہا، ۲۰۲۲ء میں وہ اس ذمہ داری سے برطرف ہو گئے، اس کے بعد کسی وجہ سے سکریٹری کا انتخاب نہ ہو سکتا اور عارضی طور پر ایک پنج رکنی کمیٹی تشکیل دی، جو ۱۴۴۵ھ/۲۰۲۳ء سے ذمہ داری سنبھال رہی ہے، کمیٹی کے باحوصلہ اور فعال ارکان یہ ہیں:

(۱) حاجی محمود اختر نعمانی۔ (۲) حاجی سلیمان اختر شمسی۔ (۳) حاجی اسرار الحسن۔
(۴) حاجی محمود اختر ایڈوکیٹ۔ (۵) محمد سلیمان انصاری، ممبر نگر پالیکا پریشد مبارک پور۔

اشرفی دار المطالعہ الجامعۃ الاشرفیہ کی امام احمد رضا لائبریری کے جنوبی ہال میں واقع ہے جس کی نگرانی الجامعۃ الاشرفیہ کے استاذ مولانا محمد اعظم مصباحی مبارک پوری کر رہے ہیں۔

مدرسہ مصباح العلوم، مبارک پور کا سب سے قدیم تعلیمی ادارہ ہے، یہاں کی مذہبی اور مسلکی تاریخ کا

---

(۱)(اشرفیہ کا ماضی اور حال: ص:۹۳، ۹۴، شعبۂ نشریات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور)

ایک اہم حصہ اس سے وابستہ ہے، اس کے ذکر کے بغیر مبارک پور کی مذہبی تاریخ ادھوری رہ جائے گی اس لیے درج ذیل سطور میں مختصراً اس کا تعارف پیش ہے:

اپنے بچوں کو ناظرۂ قرآن اور ابتدائی دینی تعلیم دینے کے لیے پورہ رانی دینا بابا کی مسجد کے بغل میں پچھم طرف "جودھا" دھوبی کے مکان سے متّصل ایک چھوٹے سے سفالہ پوش گھر میں ۱۳۱۷ھ میں کچھ بڑے بوڑھے اور باشعور مبارک پوری مسلمانوں نے مدرسہ مصباح العلوم قائم کیا، اور چندہ، چٹکی، کوڑی سے تھوڑے بہت پیسے حاصل کر کے اس وقت کی معاشی بدحالی کے باوجود دینی جذبے کے ساتھ دل چسپی سے اسے چلاتے رہے۔

۲۱-۱۳۲۰ھ مطابق ۴-۱۹۰۳ میں طاعون کا مرض مبارک پور میں اس شدت سے حملہ آور ہوا کہ تقریبا ہر گھر کے دو تین آدمی اس کے شکار ہوئے، ہزاروں بچے یتیم ہو گئے، ان میں سے بہت سے بچے مدرسہ مصباح العلوم اور اس کے یتیم خانے میں پڑھنے لگے، اس مدرسے اور یتیم خانے میں مبارک پور کے سبھی لوگ مل جل کر مالی تعاون کرتے تھے، اور پڑھنے والے بچے اس میں پڑھتے تھے، اس وقت سنی دیوبندی کا نہ کوئی امتیاز تھا نہ کوئی تفریق، شیعوں اور غیر مقلدوں کو چھوڑ کر ساری مسلم آبادی سنی تھی۔

مدرسہ مصباح العلوم کے ایک مدرس مولوی محمد محمود ساکن پورہ معروف ضلع اعظم گڑھ (موجودہ مئو) تھے، جو شروع سے مدرس تھے وہ بدقسمتی سے دیوبندی المسلک نکلے اور رفتہ رفتہ انھوں نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا، مدرسہ کے دو طالب علم مولوی شکر اللہ مبارک پوری اور مولوی نعمت اللہ مبارک پوری ان سے متاثر اور ان کے حامی ہو گئے، اس وقت کمیٹی کے ناظم طیب گرہست مبارک پوری پر مولانا محمد محمود معروفی کا رنگ غالب آگیا، مدرسہ حنفیہ جون پور کے پڑھے ہوئے مولانا محمد صدیق ساکن گھوسی اور مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور کے پڑھے ہوئے مولانا نور محمد صاحب ساکن قصبہ مبارک پور صحیح العقیدہ سنی مدرسین تھے، دیگر طلبہ اور کمیٹی کے لوگ بھی سنی تھے، دیوبندی مسلک کا ظہور ہوتے ہی انتشار برپا ہو گیا مسئلۂ امکان کذب نے سنگین صورت اختیار کر لی، سنی طلبہ کا عقیدہ تھا کہ خدا کا جھوٹ بولنا محال ہے، جب کہ مولوی محمود کے زیر اثر دو چار طلبہ یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے، یہ بات بڑھی اور بڑھتے بڑھتے مدرسہ مصباح العلوم شاطرانہ سازشوں کا شکار ہو گیا، اور ۱۳۲۹ھ میں بند بھی ہو گیا، دیوبندیوں نے احیاء العلوم کے نام سے اپنا الگ مدرسہ قائم کر لیا جو مختلف گھروں میں منتقل ہوتے ہوئے اور مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے لمبی چوڑی عمارت کے ساتھ آج مذکورہ نام سے پورہ رانی میں اپنا کام کر رہا ہے۔ (اس وقت مبارک پور سے شاہ گڑھ جانے والی سڑک پر محلہ اسلام پورہ کے بعد ایک وسیع رقبۂ زمین پر منتقل ہو گیا ہے جہاں تعلیمی سلسلہ جاری ہے)

سنیوں نے مدرسہ مصباح العلوم ہی کے نام سے اپنا مدرسہ باقی رکھا اور دو تین جگہوں سے منتقل ہوتے ہوئے مدرسہ لطیفیہ اشرفیہ مصباح العلوم کے نام سے ۱۳۴۱ھ میں پرانی بستی میں اس جگہ قائم ہوا جسے عام طور پر لوگ پرانا مدرسہ کے نام سے جانتے ہیں۔

بہادر شاہ ظفر کی اولاد میں سے ایک تارک الدنیا اور طویل العمر بزرگ حضرت شاہ عبد اللطیف چشتی (ستھن شریف ضلع سلطان پور صوبہ اتر پردیش) کے ایک مرید مخلص مولانا محمد عمر لطیفی مبارک پوری اور شیخ المشایخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی کے بہت سارے مریدین کی خواہش کے مطابق مدرسہ مصباح العلوم کے ساتھ ۳۰-۱۹۲۹ھ میں لطیفیہ اشرفیہ کی دو نسبتوں کا اضافہ کرکے گولا بازار کی مسجد میں مدرسہ لطیفیہ اشرفیہ مصباح العلوم قائم ہوا، اور محدود پیمانے پر روایتی انداز سے اس کا کام چلتا رہا، ۱۳۴۱ھ میں پرانی بستی پہنچ کر اس مدرسے کو سکون وقرار میسر آیا اور یہیں سے اس نے ایک نئی تاریخ کا ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں منظم پیمانے پر آغاز کیا۔ [1]
کیا۔ [1]

اس مدرسے کو اس وقت خوب شہرت ملی جب حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی باگ ڈور سنبھالی، انھیں ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں مبارک پور مدعو کرکے مدرسے کی صدارت سپرد کی گئی، ان کی جہدِ مسلسل اور مبارک پور کے سنیوں کے جواں سال حوصلوں نے ایک چھوٹے سے مدرسے کو دار العلوم کی شکل دی، پھر اسے جامعہ تک پہنچا کر دم لیا، حافظ ملت کے لگائے ہوئے اس گلشن علم وفضل کی بدولت آج مبارک پور عالمی شہرت کا حامل ہو گیا ہے، مبارک پور ریشمی ساڑھیوں کی بنیاد پر کم "الجامعۃ الاشرفیہ" کی بنیاد پر زیادہ پہچانا جاتا ہے۔

---

(۱) الجامعۃ الاشرفیہ ایک مختصر اور جامع تعارف، ص:۱۶ تا ۱۸